تفسیرِ قرآن میں کتبِ سابقہ سے اخذ و استدلال کے اسالیب

محمد خبیب / ڈاکٹر محمد عبداللہ

Methods of Derivation in Tafsir-al-Quran from the Previous Revealed Books.

The Holy Quran leads human beings to the right path and especially addresses the followers of previous books. Holy Quran cites previous heavenly books on various aspects. The Holy Quran's such act proves that inspite of various fluctuations in these books, there are still some evidences that can make the facts clear the effective mode of inviting others followers is that Quranic verse's explanation and commentary should be made from theirs heavenly books so that it is acceptable to them. The Quranic verses which cite other heavenly book's orders, situations and incidents, should be made argumentative from their books only. while making such verses argumentative with previous heavenly books, the Quranic Explanator should keep in view some certain modes. For instance, the predictions in their books about Holy Prophet (P.B.U.H) should be explained, plagiarised situations and events should be rectified, charges levelled against prophets should be rejected and finally the fluctuations made in previous heavenly books

should be pin pointed. The eloquence and Maturity of Quranic words and their supremacy should be made clear in comparison with previous Heavenly books. The objections levelled upon Quran should be rejected by giving arguments from their books. Quranic easiness and fortunes should be made clear in connection with previous heavenly books. By preaching describing pure 'Oneness' to the doubted followers From contradictory statements of heavenly books, chance should be provided to them to surrender before Quran by providing them satisfied information. The authors explained methodes of derivations with solid examples.

نسل انسانی کی رشد وہدایت کے لیے جہاں اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کا سلسلہ جاری کیا وہیں ان پر مختلف اوقات میں کتب وصحائف بھی نازل فرمائے۔ تاکہ انبیاء کرام ہر قوم میں انہی کی زبان میں تشریح وتوضیح کر سکیں۔ یہ کتب وصحائف ایک لحاظ سے قرآن مجید کے لیے بطور تمہید کے ہیں اور قرآن مجید ان سب کا جامع ہے۔ اگرچہ قرآن حکیم نے ان کتب کے لیے ہدایت اور نور جیسے الفاظ بھی استعمال فرمائے ہیں لیکن یہ کتب اپنے ماننے والوں کی دست برد سے محفوظ نہ رہ سکیں۔ چنانچہ قرآن میں ہی اللہ تعالیٰ نے سابقہ امم کی رہنمائی کے لیے اپنی طرف سے نازل کردہ کتب کا تذکرہ فرمایا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ اَنْزَلَ التَّوْرٰۃَ وَ الْاِنْجِیْلَ مِنْ قَبْلُ ھُدًی لِّلنَّاسِ. (۱)

اس سے پہلے وہ انسانوں کی ہدایت کے لیے تورات اور انجیل نازل کر چکا ہے۔

جیسے اللہ تعالیٰ نے پہلے انسانوں کے لیے دین کی بنیادی چیزیں مقرر فرمائی تھیں ویسے ہی مسلمانوں کے لیے بھی قرآن مجید کو منبع رشد وہدایت قرار دیا اور ساتھ ہی اس کی عملی تعبیر وتشریح کے لیے اپنے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔ حضور اکرمؐ نے ان پر عمل پیرا ہونے والوں کو گمراہ نہ ہونے کی نوید سنائی فرمایا:

تَرَکْتُ فِیکُمْ اَمْرَیْنِ لَنْ تَضِلُّوا مَا تَمَسَّکْتُمْ بِھِمَا: کِتَابَ اللّٰہِ وَسُنَّۃَ نَبِیِّہٖ. (۲)

گمراہی سے بچنے کا ذریعہ دو ہی چیزیں قرار دی گئیں وہ قرآن اور اس کی تعبیر وتشریح یعنی سنت رسول ہیں۔ قرآن امت محمدیہ کے لیے رشد وہدایت کا منبع ہے، اس لیے ہر دور میں قرآن مجید کے اجمال اور مبہمات کی تفسیر وتوضیح کے لیے کوششیں کی گئیں۔ صحابہ کرامؓ سے لے کر آج تک یہ سلسلہ جاری ہے۔

قرآن پاک کی بعض آیات مبارکہ اہل اسلام کو یہود ونصاریٰ کے علماء، تورات، زبور اور انجیل کی طرف رجوع کی دعوت

دیتی ہیں تاکہ ایسے حقائق کا پتہ چلایا جا سکے جو سابقہ کتب سماویہ میں ہیں اور قرآن نے بھی ان کی وضاحت کی ہے لیکن اہل کتاب ان سے آنکھیں چرائے ہوئے ہیں یا پھر انکار کیے بیٹھے ہیں ایسے حقائق سے متعلق ان سے سوال کیا جائے یا ان کی کتب سے ان کے سامنے دلائل واضح کیے جائیں تاکہ یہ دلائل ان کی ہدایت کا ذریعہ بن سکیں یا پھر ان پر حجت قائم ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَآ اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً يُّعْبَدُوْنَ ۔(۳)

اور ہمارے ان نبیوں سے پوچھو! جنہیں ہم نے آپ سے پہلے بھیجا تھا کہ کیا ہم نے سوائے رحمان کے اور معبود مقرر کیے تھے جن کی عبادت کی جائے؟

انبیاء کرام سے سوال کرنے کا مطلب، انبیاء کرام کی کتب سے سوال کرنا ہے۔ جیسا کہ ابوزکریا یحیٰ بن زیاد الدیلمیؒ لکھتے ہیں:

أن يسأل أهل التوراة والإنجيل، فإنهم إنما يخبرونه عن كتب الرسل التي جاءوا بها، فإذا سأل الكتب فكأنه سأل الأنبياء.(۴)

یعنی تورات وانجیل کا علم رکھنے والوں سے سوال کرے، کیوں کہ وہ اسے رسولوں کی انہی کتابوں سے جواب دیں گے جو وہ لے کر آئے تھے۔ لہٰذا جب اس نے کتب سے سوال کیا تو گویا اس نے انبیاء کرام سے سوال کیا۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنھما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

بَلِّغُوا عَنِّي وَلَوْ آيَةً، وَحَدِّثُوا عَنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَلَا حَرَجَ، وَمَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا، فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ.(۵)

میرا پیغام لوگوں تک پہنچاؤ اگرچہ ایک بات ہی کیوں نہ ہو، بنی اسرائیل سے بیان کرو اور اس میں کوئی حرج نہیں، جس نے جان بوجھ کر میرے متعلق جھوٹ بولا اسے اپنا ٹھکانا دوزخ بنالینا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں کئی مقامات پر سابقہ صحف سماویہ کی طرف اشارہ کیا ہے اور حضورؐ کے فرامین بھی اسی بات پر دلالت کرتے ہیں بخلاف اس کے کہ تورات وانجیل میں تحریف ہو چکی ہے لیکن قرآن کریم کا ان کتب کا حوالہ دینا یہ ثابت کرتا ہے کہ ان کتب میں ان باتوں کے شواہد اب بھی موجود ہیں جن سے حقائق واضح ہو سکتے ہیں، اگر ایسا نہ ہوتا تو قرآن کبھی ان کتب کا حوالہ نہ دیتا، جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت ونبوت، تمام انبیاء کی اساس توحید، اہل کتاب کی کتب سماویہ میں تحریف وتبدل وغیرہ کے متعلق قرآن میں حوالہ دیا گیا ہے۔ تفسیر قرآن میں تورات وانجیل کی ان آیات کو اہل کتاب پر حجت کے قیام، استشہاد اور استدلال کے لیے استعمال کیا جاسکتا ہے۔ لہٰذا تفسیر قرآن میں بائبل سے اخذ واستدلال کے لیے دائرہ کار، نوعیت اور اسلوب کا تعین ضروری ہے۔ زیر نظر مقالہ میں ان اسالیب پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔

ا۔ قرآن میں مذکور سابقہ کتب مقدسہ کے حوالہ جات کو مدلل کرنا

عبدالحق حقانی ؒ "تفسیر حقانی" میں رقمطراز ہیں:

قرآن مجید میں اکثر جگہ تورات وانجیل وزبور وصحف ابراہیم علیہ السلام وغیرہ کا ذکر آیا ہے اور ان کی مدح اور تصدیق اور کتاب الٰہی ہونا بیان کیا ہے، اور بعض مضامین کا حوالہ ان کی طرف دیا ہے۔(۶)

ایک اسلوب یہ ہے کہ جہاں اللہ تعالیٰ نے قرآن میں تورات، زبور اور انجیل کا حوالہ دیا ہے وہاں وہ حقائق تحریف وتبدل کے باوجود بھی کسی نہ کسی شکل میں موجود ہوں گے، ورنہ قرآن کا ان کتب میں موجود ہونے کا حوالہ دینا بے معنی ہے اور اگر ان حوالہ جات کی اصل تک مفسر قرآن نہ پہنچے تو تفسیر کا حق ادا ہوگا نہ اس تفسیر کا مطالعہ کرنے والے کی تشفی، جیسے اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ ؑ نے سامری کے فریب میں آ کر شرک میں مبتلا ہونے والی قوم کا کوہ طور سے واپسی پر محاسبہ کیا اور اللہ تعالیٰ سے معافی کی اپیل کی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے معتبر آدمیوں سمیت کوہ طور پر بلا کر زلزلہ کے شدید جھٹکوں سے ہلایا تو موسیٰ ؑ نے اپنے رب سے نہایت دردمندی سے التجا کی تو اللہ تعالیٰ موسیٰ ؑ سے مخاطب ہوئے:

> قَالَ عَذَابِیْٓ اُصِیْبُ بِهٖ مَنْ اَشَآءُ وَ رَحْمَتِیْ وَسِعَتْ كُلَّ شَیْءٍ فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ الَّذِیْنَ هُمْ بِاٰیٰتِنَا یُؤْمِنُوْنَ ☆ اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَ الْاِنْجِیْلِ یَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَ یَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ یُحِلُّ لَهُمُ الطَّیِّبٰتِ وَ یُحَرِّمُ عَلَیْهِمُ الْخَبٰٓىِٕثَ وَ یَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَ الْاَغْلٰلَ الَّتِیْ كَانَتْ عَلَیْهِمْ. (۷)
>
> جواب میں ارشاد ہوا سزا تو میں جسے چاہتا ہوں دیتا ہوں مگر میری رحمت ہر چیز پر چھائی ہوئی ہے اور اسے میں ان لوگوں کے حق میں لکھوں گا جو نافرمانی سے پرہیز کریں گے، زکوٰۃ دیں گے اور میری آیات پر ایمان لائیں گے، جو لوگ ایسے نبی امی کی اتباع کریں گے جس کا ذکر انہیں اپنے ہاں تورات وانجیل میں لکھا ہوا ملے گا، وہ انہیں نیکی کا حکم دے گا اور برائی سے روکے گا اور ان کے لیے پاک چیزیں حلال کرے گا اور ناپاک چیزوں کو حرام ٹھہرائے گا اور ان پر سے وہ بوجھ اتارے گا جو ان پر لدے ہوں گے اور وہ بندشیں کھولے گا جن میں وہ جکڑے ہوں گے۔

ان آیات مبارکہ نے تورات اور انجیل میں موجود جس مکتوب کا حوالہ دیا ہے، اور تورات وانجیل کے متضاد بیانات سے تذبذب کا شکار اہل کتاب کو پورے یقین اور جرأت کے ساتھ پیغام قرآن پہنچانے کے لیے ضروری ہے کہ تورات اور انجیل سے قرآن کا یہ حوالہ مدلل کیا جائے۔ یہود ونصاریٰ کو انہی کی مذہبی کتب سے قرآن کے اس حوالہ کی وضاحت کے ساتھ دین اسلام کی طرف مائل کیا جاسکتا ہے۔ سابقہ صحف سماویہ میں بہت سارے مقامات پر شواہدات اب بھی موجود ہیں۔

مثلاً بنی اسرائیل کو موسیٰ ؑ کا خطاب تورات میں ان الفاظ میں درج ہے:

خداوند تمہارا خدا تمہارے لیے تمہارے اپنے ہی بھائیوں میں سے میری مانند ایک نبی برپا کرے گا تم اس کی بات ضرور سننا۔(۸)

حضرت موسیٰؑ سے پہلے آنے والے انبیاء نے بھی بنی اسرائیل کو یہ بشارت دی ہوئی تھی اور وہ لوگ آپس میں ایسی باتوں کا اعادہ بھی کرتے رہتے تھے۔ حضرت موسیٰؑ نے اپنے خطاب کے دوران ان کی اس بات کو خداوند کی زبانی درست قرار دیتے ہوئے فرمایا:

اور خداوند نے مجھ سے کہا وہ جو کہتے ہیں ٹھیک ہی کہتے ہیں۔ میں ان کے لیے ان ہی کے بھائیوں میں سے تیری مانند ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا اور وہ انہیں وہ سب کچھ بتائے گا جس کا میں اسے حکم دوں گا۔ اگر کوئی شخص میرا کلام جسے وہ میرے نام سے کہے گا نہ سنے گا تو میں خود اس سے حساب لوں گا۔(۹)

تورات کی کتاب استثنا میں ایک اور مقام پر مندرج ہے:

خداوند سینا سے آیا اور شعیر سے ان پر ظاہر ہوا، اور کوہ فاران سے جلوہ گر ہوا، وہ جنوب سے اپنی پہاڑی ڈھلانوں میں سے لاتعداد مقدسوں کے ساتھ آیا۔(۱۰)

قدسیوں کی تعداد بائبل کے قدیم تمام نسخوں میں دس ہزار ہے لیکن جدید اردو نسخوں میں سے کسی میں دس لاکھ، کسی میں لاکھوں اور کسی میں لاتعداد کر دی گئی ہے۔ لیکن E.S.V اور R.S.V بائبل میں اب بھی دس ہزار ہی ہیں:

He come from the ten thousand of Holy ones.

آپ کی نبوت اور ختم نبوت کے متعلق حضرت داؤدؑ کے ایک نغمے میں مندرج ہے۔

میں تیری یاد کو پشت در پشت قائم رکھوں گا اس لیے قومیں ابد الآباد تک تیری ستائش کریں گی۔(۱۱)

زبور کے لفظ 'ستائش' کی وضاحت کرتے ہوئے عبدالماجد دریابادیؒ لکھتے ہیں:

ستائش ہی کو عربی میں محمدت کہتے ہیں اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم صاف ترجمہ ہے ستودہ کا۔(۱۲)

سیدنا مسیحؑ کی حضورؐ کے متعلق پیشین گوئی انجیل متی میں ان الفاظ میں درج ہے:

یسوع نے ان سے کہا کیا تم نے پاک کلام میں بھی نہیں پڑھا کہ جس پتھر کو معماروں نے رد کیا وہی کونے کے سرے کا پتھر ہو گیا۔ یہ کام خداوند نے کیا ہے اور ہماری نظر میں عجیب ہے؟ اس لیے میں تم سے کہتا ہوں کہ خدا کی بادشاہی تم سے لے لی جائے گی اور ان لوگوں کو جو پھل لائیں گے دے دی جائے گی اور جو کوئی اس پتھر پر گرے گا ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا لیکن جس پر یہ گرے گا اسے پیس کر رکھ دے گا۔(۱۳)

انجیل یوحنا میں حضورؐ کے متعلق حضرت عیسیٰ کے فرامین اس طرح بیان ہوئے ہیں:

اور میں باپ سے درخواست کروں گا کہ وہ تمہیں دوسرا مددگار بخشے گا کہ ابد تک تمہارے ساتھ رہے۔۔۔۔۔ اب میں تم سے اور زیادہ باتیں نہیں کروں گا کیونکہ اس دنیا کا سردار آ رہا ہے۔(۱۴)

مجھے تم سے اور بھی بہت کچھ کہنا ہے مگر ابھی تم اسے برداشت نہ کر پاؤ گے لیکن جب وہ روح حق آئے گا تو وہ ساری سچائی کی طرف تمہاری رہنمائی کرے گا وہ اپنی طرف سے کچھ نہ کہے گا بلکہ تمہیں صرف وہی بتائے گا جو وہ سنے گا اور مستقبل میں پیش آنے والی باتوں کی خبر دے گا۔(۱۵)

انجیل برناباس میں واضح طور پر آمد مصطفیٰ ﷺ اور صفات مصطفیٰ ﷺ کا تذکرہ ہے، چند اقتباسات پیش خدمت ہیں:

کیونکہ تمام انبیاء نے جن کی تعداد ایک لاکھ چوالیس ہزار ہے جن کو کہ اللہ نے دنیا میں بھیجا۔ انہوں نے معموں میں تاریکی کے ساتھ باتیں کی ہیں لیکن عنقریب میرے بعد تمام نبیوں اور پاک آدمیوں کی روشنی آئے گا تب وہ تمام نبیوں کے اقوال کی تاریکی پر نور چمکائے گا کیوں کہ وہ اللہ کا رسول ہے۔(۱۶)

میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ ہر ایک نبی جب وہ آتا ہے تو وہ فقط ایک ہی قوم کے لیے اللہ کی رحمت کی نشانی اٹھا کر لاتا ہے اور اسی وجہ سے ان انبیاء کا کلام اس قوم سے آگے نہیں بڑھا جس کی جانب وہ بھیجے گئے تھے لیکن رسول اللہ جب آئے گا اللہ اس کو وہ چیز عطا کرے گا جو کہ اس کے ہاتھ کی انگشتری کی مانند ہے، پس وہ زمین کی ان تمام قوموں کے لیے اخلاص اور رحمت لائے گا جو کہ اس کی تعلیم کو قبول کریں گی اور عنقریب وہ ظالموں پر ایک زور کے ساتھ آئے گا اور بتوں کی عبادت کو مٹا دے گا کہ شیطان ذلیل وخوار ہوگا۔ کیونکہ اللہ نے ابراہیم سے ایسا ہی وعدہ کیا ہے اور کہا: تو دیکھ کہ میں تیری نسل سے تمام زمین کے قبیلوں کو برکت دوں گا اور جس طرح کہ تو نے اے ابراہیم بتوں کو توڑ کر پارہ پارہ کر دیا ہے ویسے ہی تیری نسل کرے گی۔ یعقوب نے جواب دیا اے استاد ہم کو بتا کہ یہ عہد کس سے کیا گیا ہے۔۔۔۔ تحقیق یہ عہد اسمٰعیل کے ساتھ کیا گیا ہے نہ کہ اسحٰق کے ساتھ۔(۱۷)

بے شک اگر موسیٰ کی کتاب سے حق محو نہ کیا گیا ہوتا تو اللہ ہمارے باپ داؤد کو دوسری کتاب کبھی نہ دیتا۔ اور اگر داؤد کی کتاب نہ بگاڑ دی گئی ہوتی تو اللہ اپنی انجیل میرے حوالے نہ کرتا۔ اس لیے کہ پروردگار ہمارا معبود غیر متغیر ہے اور البتہ اس نے ایک ہی پیغام تمام انسانوں کے لیے کہا ہے پس جب رسول اللہ آئے گا وہ اس لئے آئے گا کہ ہر اس چیز کو جسے میری کتاب میں سے بدکاروں نے خراب کر دیا ہے اسے پاک کرے۔(۱۸)

اسی بنا پر قرآن میں اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ بنی اسرائیل حضور ﷺ کو اپنے بیٹوں کی طرح پہچانتے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ وَ اِنَّ فَرِيْقًا مِّنْهُمْ لَيَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ.(۱۹)

درج بالا بحث سے یہ بات پایہ ثبوت پہنچتی ہے کہ دوران تفسیر ایسی آیات جن کا قرآن نے کتب سابقہ میں موجود ہونے کا حوالہ دیا ہے وہاں سے اخذ واستدلال اور استشہاد کیا جائے اور یہ اسلوب استدلال اہل اسلام کے لیے اطمینان کا باعث اور اہل کتاب کے لیے ہدایت کی طرف رہنمائی کا باعث ہے۔

۲۔ مسخ شدہ حالات وواقعات کی تصحیح

تفسیر قرآن کے دوران کتب سابقہ سے اخذ واستدلال کرتے ہوئے دوسرا اسلوب یہ مدنظر رکھنا چاہیے کہ بائبل کی ہر وہ

بات جو قرآن وسنت سے ٹکراتی ہے وہ فرامین الٰہی "یُحَرِّفُوْنَ الْکَلِمَ مِنْم بَعْدِ مَوَاضِعِہٖ" اور "یَکْتُبُوْنَ الْکِتٰبَ بِاَیْدِیْھِمْ ثُمَّ یَقُوْلُوْنَ ھٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰہِ" کے روشنی میں "وَمُھَیْمِنًا عَلَیْہِ" کے تحت غیر درست ہے۔ مثلاً اہل اسلام کا غیر متزلزل ایمان ہے کہ ہر نبی معصوم ہوتا ہے لیکن اگر کتب سابقہ عقیدہ "عصمت انبیاء" کے منافی کوئی بات کرتی ہیں تو اس آیت کو کلام الٰہی قرار نہیں دیا جا سکتا جیسے کتب سابقہ میں حضرت نوحؑ، حضرت لوطؑ، حضرت یوسفؑ، حضرت داؤدؑ، حضرت سلیمانؑ وغیرھم پر مختلف قسم کے الزامات عائد کیے گئے ہیں، حضرت اسماعیلؑ کی بجائے حضرت اسحٰقؑ کو ذبیح اللہ کہا گیا ہے، یہاں استدلال کا جواز صرف ایک صورت میں بنتا ہے کہ کتب سابقہ کی ایسی آیات کی صریح الفاظ میں وضاحت کی جائے۔

اس اسلوب کی روشنی میں کتب سابقہ نے جن واقعات کو مسخ کر دیا، قرآن کی تفسیر وتوضیح میں سابقہ صحف سماویہ سے استدلال کر کے ان کی تصحیح کی جاسکتی ہے، جس سے کتب سابقہ کے متضاد بیانات سے متذبذب اہل کتاب کو اطمینان بخش معلومات فراہم کر کے قرآن کے آگے سپر انداز ہونے کا موقع فراہم کیا جاسکتا ہے۔ لہٰذا کتب سابقہ کا ایک تحریف شدہ واقعہ کتب سابقہ ہی کی روشنی میں دیکھتے ہیں جس میں یہود نے ذبیح اللہ کی اولاد کا شرف حاصل کرنے کے لیے حضرت اسماعیلؑ کی جگہ حضرت اسحاقؑ کا نام داخل کر دیا لیکن تورات کئی ایک دوسرے مقامات پر بول بول کر بتاتی ہے کہ ذبیح اللہ حضرت اسحاقؑ نہیں بلکہ حضرت اسماعیلؑ ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

> وَقَالَ اِنِّیْ ذَاھِبٌ اِلٰی رَبِّیْ سَیَھْدِیْنِ ☆ رَبِّ ھَبْ لِیْ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ ☆ فَبَشَّرْنٰہُ بِغُلٰمٍ حَلِیْمٍ ☆ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَہُ السَّعْیَ قَالَ یٰبُنَیَّ اِنِّیْٓ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْٓ اَذْبَحُکَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰی قَالَ یٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِیْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ ☆ فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّہٗ لِلْجَبِیْنِ ☆ وَنَادَیْنٰہُ اَنْ یّٰٓاِبْرٰھِیْمُ ☆ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْیَا اِنَّا کَذٰلِکَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ☆ اِنَّ ھٰذَا لَھُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِیْنُ ☆ وَفَدَیْنٰہُ بِذِبْحٍ عَظِیْمٍ ☆ وَتَرَکْنَا عَلَیْہِ فِی الْاٰخِرِیْنَ ☆ سَلٰمٌ عَلٰٓی اِبْرٰھِیْمَ ☆ کَذٰلِکَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ☆ اِنَّہٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِیْنَ ☆ وَبَشَّرْنٰہُ بِاِسْحٰقَ نَبِیًّا مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ۔ (۲۰)
>
> ابراہیمؑ نے کہا: میں اپنے رب کی طرف جاتا ہوں وہی میری رہنمائی کرے گا۔ اے پروردگار مجھے ایک بیٹا عطا کر جو صالحوں میں سے ہو۔ ہم نے اس کو ایک حلیم لڑکے کی بشارت دی۔ وہ لڑکا جب اس کے ساتھ دوڑ دھوپ کرنے کی عمر کو پہنچ گیا تو ابراہیمؑ نے اس سے کہا۔ بیٹا میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں۔ اب تو بتا، تیرا کیا خیال ہے؟ اس نے کہا: ابا جان جو کچھ آپ کو حکم دیا جا رہا ہے اسے کر ڈالیے، اللہ نے چاہا تو آپ مجھے صابروں میں سے پائیں گے۔ آخر کار جب دونوں نے سر تسلیم خم کر دیا اور ابراہیمؑ نے بیٹے کو ماتھے کے بل لٹا دیا تو ہم نے ندا دی کہ اے ابراہیمؑ! تو نے خواب سچ کر دکھایا ہم نیکی کرنے والوں کو ایسی ہی جزا دیتے ہیں یقیناً یہ ایک کھلی آزمائش تھی اور ہم نے ایک بڑی قربانی فدیے میں دے کر

اس بچے کو چھڑا لیا اور اس کی تعریف و توصیف ہمیشہ کے لیے بعد کی نسلوں میں چھوڑ دی، سلام ہے ابراہیم پر، ہم نیکی کرنے والوں کو ایسی ہی جزا دیتے ہیں۔ یقیناً وہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھا اور ہم نے اسحاق کی بشارت دی جو نبی ہونے والا تھا نیکوکاروں میں سے۔

تورات میں ذبیح اللہ حضرت اسحٰقؑ ہی تھے لیکن یہ واقعہ بھی تحریف و تبدیل کا شکار ہوا۔ اولاد ذبیح اللہ کا شرف پانے کے لالچ میں تورات میں کچھ مقامات پر نام تو تبدیل کر دیے لیکن نشانات اور شواہد چھوڑ گئے، جس سے واضح ہوتا ہے کہ ذبیح اللہ حضرت اسماعیل ہیں۔ تورات سے اخذ و استدلال کر کے اس اہم تاریخی واقعہ کو روزِ روشن کی طرح عیاں کیا جا سکتا ہے جس سے تورات کی تحریف اور قرآن کی سچائی کھل کر سامنے آ جاتی ہے اور اہل کتاب کو دلائل کے ساتھ قرآن کے سامنے سر جھکانے کا موقع فراہم کیا جا سکتا ہے۔ تورات کا بیان اس طرح ہے:

خدا نے ابرہام کو آزمایا۔ اس نے اس سے کہا: ابرہام! اس نے جواب دیا: میں حاضر ہوں۔ تب خدا نے کہا: اپنے اکلوتے بیٹے اضحاق کو جسے تو پیار کرتا ہے ساتھ لے کر موریاہ کے علاقے میں جا اور وہاں کے ایک پہاڑ پر جو میں تجھے بتاؤں گا اسے سوختنی قربانی کے طور پر نذر کر۔ (۴۱)

تورات کے اس بیان سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت اسحاقؑ کی قربانی مانگی گئی تھی جو حضرت ابراہیم کے اکلوتے فرزند تھے لیکن تورات دوسرے کئی ایک مقامات پر وضاحت کرتی ہے کہ حضرت ابراہیم کے بڑے فرزند حضرت اسماعیلؑ ہیں اور چھوٹے حضرت اسحاقؑ۔ لہٰذا اگر حضرت اسحاقؑ کی قربانی مانگی گئی تھی تو وہ اکلوتے نہ تھے اور کبھی بھی اکلوتے نہ رہے۔ ایک دوسرا مقام ملاحظہ کریں:

ابرام کی بیوی ساری کی کوئی اولاد نہ ہوئی لیکن اس کی ایک مصری خادمہ تھی جس کا نام ہاجرہ تھا چنانچہ ساری نے ابرام سے کہا خداوند نے مجھے تو اولاد سے محروم رکھا ہے لیکن تو میری خادمہ کے پاس جا شاید اس سے میرا گھر آباد ہو جائے۔۔۔ وہ ہاجرہ کے پاس گیا اور وہ حاملہ ہوئی۔۔۔ خداوند کے فرشتہ نے اس سے یہ بھی کہا کہ تو اب حاملہ ہے اور تیرے ہاں بیٹا پیدا ہوگا تو اس کا نام اسماعیل رکھنا۔۔۔ اور ابرام سے ہاجرہ کے ہاں ایک بیٹا پیدا ہوا اور ابرام نے اس بیٹے کا نام جو ہاجرہ سے پیدا ہوا تھا اسماعیل رکھا۔ جب ابرام سے ہاجرہ کے ہاں اسماعیل پیدا ہوا تب ابرام چھیاسی برس کا تھا۔ (۴۲)

ایک اور مقام پر مندرج ہے:

ابرہام ننانوے برس کا تھا جب اس کا ختنہ ہوا اور اس کا بیٹا اسماعیل تیرہ برس کا تھا۔ ابرہام اور اس کے بیٹے اسماعیل کا ختنہ اسی دن ہوا۔ (۴۳)

حضرت اسحاقؑ، حضرت اسماعیلؑ سے چودہ سال بڑے ہیں۔ تورات میں مذکور ہے:

جب اس کے ہاں اس کا بیٹا اضحاق پیدا ہوا تب ابراہام سو برس کا تھا۔ (۴۴)

تورات کی درج بالا تمام روایات کو دیکھتے ہوئے واضح ہوتا ہے کہ چودہ برس تک حضرت ابراہیم کے بیٹے حضرت اسماعیل

اکلوتے رہے اور قربانی اکلوتے فرزند کی مانگی گئی ہے تو وہ حضرت اسماعیلؑ ہی ہیں نہ کہ حضرت اسحٰقؑ اور حضرت اسحٰقؑ تو کبھی اکلوتے رہے ہی نہیں، یہاں تورات میں تضاد سامنے آتا ہے۔ اب تورات سے ایک اور وضاحت دیکھئے:

تب خداوند نے کہا: اپنے اکلوتے بیٹے اضحاق کو جسے تو پیار کرتا ہے ساتھ لے کر موریا کے علاقے میں جا اور وہاں کے ایک پہاڑ پر جو میں تجھے بتاؤں گا، اسے سوختنی قربانی کے طور پر نذر کر۔ دوسرے دن صبح سویرے ابرہام نے اٹھ کر اپنے گدھے پر زین کسا اور اپنے خادموں میں سے دو کو اور اپنے بیٹے اضحاق کو ساتھ لیا۔ جب اس نے سوختنی قربانی کے لیے حسب ضرورت لکڑیاں کاٹ لیں تو وہ اس مقام کی طرف چل دیا جو خدا نے اسے بتایا تھا۔ تیسرے دن ابرہام نے اوپر نگاہ کی اور وہاں سے دور اسے وہ مقام دکھائی دیا۔ اس نے اپنے خادموں سے کہا تم یہیں گدھے کے پاس ٹھہرو اور میں اور یہ لڑکا اوپر جاتے ہیں۔۔۔۔ جب وہ اس مقام پر پہنچے جو خدا نے اسے بتایا تھا تو ابرہام نے وہاں قربان گاہ بنائی اور اس پر لکڑیاں چن دیں پھر اس نے اپنے بیٹے اضحاق کو اس سے باندھ کر قربان گاہ پر لکڑیوں کے اوپر رکھ دیا۔ تب اس نے چھری لی تا کہ اپنے بیٹے کو ذبح کرے لیکن خداوند کے فرشتے نے آسمان سے اسے پکارا ابرہام، ابرہام: اس نے جواب دیا: خداوند میں حاضر ہوں۔ اس نے کہا: اس لڑکے پر ہاتھ نہ چلا اور اسے کچھ نہ کر۔ اب میں جان گیا کہ تو ایک خدا ترس انسان ہے کیوں کہ تو نے مجھ سے اپنے بیٹے بلکہ اکلوتے بیٹے کو بھی دریغ نہ کیا۔۔۔۔ تیری نسل کے ذریعہ زمین کی سب قومیں برکت پائیں گی کیونکہ تو نے میرا حکم مانا۔ تب ابرہام اپنے خادموں کے پاس لوٹ آیا اور وہ سب بیرسبع کو روانہ ہوئے اور ابرہام بیرسبع میں قیام کرتا رہا۔(۲۵)

تورات کے اس بیان سے پتا چلتا ہے کہ حضرت ابراہیم بیرسبع سے قربانی کے لیے گئے اور قربانی کے بعد بیرسبع کو ہی مستقل مسکن بنائے رکھا۔ اب تورات کا ایک اور بیان ملاحظہ کریں:

صبح سویرے ہی ابرہام نے کچھ کھانا اور پانی کی مشک لے کر ہاجرہ کے کندھے پر رکھ دی اور اسے اس کے لڑکے کے ساتھ وہاں سے رخصت کر دیا اور وہ چلی گئی اور بیرسبع (۲۶) کے بیابان میں آوارہ پھرنے لگی۔۔۔۔ لڑکے کو اٹھا لے اور اس کا ہاتھ تھام کیونکہ میں اس سے ایک بڑی قوم پیدا کروں گا تب خدا نے ہاجرہ کی آنکھیں کھولیں اور اس نے پانی کا ایک کنواں دیکھا۔ چنانچہ وہ گئی اور مشک بھر کر لے آئی اور لڑکے کو پانی پلایا۔ وہ لڑکا بڑا ہوتا گیا اور خدا اس کے ساتھ تھا وہ بیابان میں رہتا تھا اور ایک تیر انداز بن گیا، جب وہ فاران کے بیابان میں رہتا تھا تو اس کی ماں نے مصر کی ایک لڑکی سے اس کی شادی کر دی۔(۲۷)

تورات کے ان دونوں بیانات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ بیرسبع ہی وہ مقام ہے جہاں سے حضرت ابراہیم اپنے بیٹے کو قربانی کے لیے لے گئے تھے اور مینڈھے کی قربانی کے بعد واپس بیرسبع ہی سکونت اختیار کی۔ تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ حضرت ابراہیم حضرت ہاجرہ اور حضرت اسماعیلؑ بیرسبع ہی رہے ہیں۔ لہٰذا ذبیح اللہ حضرت اسحاقؑ نہیں بلکہ حضرت اسماعیلؑ ہیں۔ اب تورات کی ایک اور عبارت ملاحظہ کریں:

سارہ کی عمر ایک سو ستائیس برس کی ہوئی۔ اس نے ملک کنعان کے قریب اربع (یعنی حبرون) میں وفات پائی اور ابرہام سارہ کے لیے ماتم اور نوحہ کرنے کے لیے وہاں گیا۔(۲۸)

تورات کی اس روایت کے مطابق حضرت ابراہیمؑ اپنی بیوی سارہ کی وفات پر افسوس کے لیے کنعان گئے جس سے پتا چلتا ہے کہ وہ کہیں اور رہتے تھے اور سارہ کے پاس نہیں رہتے تھے۔ اس سے معاملہ صاف دکھائی دینے لگتا ہے کہ حضرت ابراہیم حضرت ہاجرہ اور حضرت اسماعیلؑ کے ساتھ بیر سبع رہتے رہے اور اپنے اکلوتے بیٹے حضرت اسماعیلؑ کی قربانی کی۔

اس اصول کے ذریعے قرآنی میزان میں آسمانی صحائف کا ارشاد پرکھا جا سکتا ہے تاکہ اہل کتاب پر حق واضح ہو سکے۔ قرآن کی سچائی اور قدیم آسمانی صحائف کے تضادات ان پر واضح ہو سکیں۔ یہاں پر واضح ہو سکے کہ قرآن محفوظ کلام الٰہی ہے اور سابقہ کتب سماوی پر مہیمن و محافظ ہے۔ ہر درست بات اپنے اردگرد حقائق کا ایک حصار رکھتی ہے جن کو باطل سے گڈمڈ کرنے والے حق کے تمام نشانات مٹانے سے قاصر رہ جاتے ہیں، ان کی نگاہوں سے بچ کر محفوظ رہ جانے والے نشانات کو تلاش کر کے تمام آیات واقعات میں تطبیق دے کر حق کو روز روشن کی طرح عیاں کیا جا سکتا ہے۔

۳۔ قرآنی الفاظ کی بلاغت وفوقیت

قرآن کی بعض آیات کو سمجھنے کے لیے بعض اوقات سابقہ کتب سماویہ بھی معاون ثابت ہوتی ہیں۔ بعض قرآنی آیات کی وضاحت کے لیے تورات وانجیل کی آیات کو سامنے رکھنے سے قرآنی الفاظ کی اہمیت کا بھی اندازہ ہوگا اور دوسری کتب کے مقابلے میں قرآن کریم کی قدر، عظمت اور بلاغت واضح ہوگی اور لطف بھی دوبالا ہوگا۔ مثلاً اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِىْ سِتَّةِ اَيَّامٍ وَّمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ. (۲۹)

اور تحقیق ہم نے آسمان وزمین اور ان کے درمیان ہر چیز کو چھ دن میں پیدا کیا اور ہمیں کچھ بھی تھکاوٹ نہیں ہوئی۔

اللہ تعالیٰ نے یہ وضاحت کرنا کیوں ضروری سمجھا کہ اللہ تعالیٰ کو اس ساری کارگری سے کسی قسم کی کچھ بھی تھکان وتھکاوٹ نہ ہوئی۔ اہل اسلام تو کیا مشرکین بھی ایسا عقیدہ نہیں رکھتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کام کے بعد تھک جاتے ہیں۔ لیکن قرآنی آیت "وَمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ" کی اہمیت اور بلاغت اس وقت واضح ہو جاتی ہے جب ہم بائبل میں لکھا ہوا پاتے ہیں:

چھ دن میں خداوند نے آسمانوں کو، زمین کو، سمندر کو اور جو کچھ ان میں ہے وہ سب بنایا لیکن ساتویں دن آرام کیا۔ (۳۰)

تورات میں ایک اور مقام پر مندرج ہے:

"چھ دن کام کاج کیا جائے لیکن ساتواں دن تمہارے لیے مقدس ہوگا یعنی خداوند کے آرام کا سبت" (۳۱)

اس اسلوب سے وضاحت ہوتی ہے کہ قدیم آسمانی صحائف میں موافقت ہے اور مخالفت بھی۔ موافقت سے اہل کتاب پر حجت قائم ہوتی ہے اور دلی اطمینان کا باعث بھی بنتی ہے۔ سابقہ کتب سماویہ کے ساتھ موافقت ومخالفت کے اس علم پر قرآنی الفاظ کی بلاغت اور قوت واضح ہوتی ہے۔ قرآن کی بعض آیات کا اصل زور اسی وقت واضح ہوتا ہے جب قرآن کے اس بیان کو سابقہ

صحف سماویہ کے بیانات کے مقابل پر کھا جائے۔"

اسی طرح قوم ثمود پر عذاب خداوندی کے متعلق قرآن کہتا ہے:

فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ بِذَنْبِهِمْ فَسَوّٰهَا وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا. (۳۲)

آخر کار ان کے گناہ کی پاداش میں ان کے رب نے ان پر ایسی آفت توڑی کہ ایک ساتھ سب کو پیوند خاک کر دیا اور اسے اپنے اس کیے کے انجام سے کوئی خوف نہیں۔

قرآنی الفاظ "وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا" کی بلاغت اس وقت مزید نکھر کے سامنے آتی ہے جب تورات کے الفاظ بتاتے ہیں کہ اللہ جب ایک کام کرتا ہے تو پھر بعض اوقات اپنے ہی کیے پر نادم ہوتا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے قوم ثمود کو اس کے گناہوں کے سبب تباہ کیا اور اللہ کو اپنے کیے پر پچھتانے اور خوف کھانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس قادر مطلق کو انسانوں پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ تورات کے الفاظ یہ ہیں:

خداوند نے دیکھا کہ زمین پر انسان کی بدی بہت بڑھ گئی ہے اور اس کے دل کے خیالات ہمیشہ بدی کی طرف مائل رہتے ہیں۔ خداوند کو افسوس ہوا کہ اس نے زمین پر انسان کو پیدا کیا اور اس کا دل غم سے بھر گیا۔ (۳۳)

خداوند نے دل ہی دل میں کہا میں انسان کے سبب سے پھر کبھی زمین پر لعنت نہ بھیجوں گا۔ حالانکہ اس کے دل کا ہر خیال بچپن ہی سے بدی کی طرف مائل ہوا ہے اور آئندہ کبھی تمام جانداروں کو ہلاک نہ کروں گا جیسا کہ میں نے کیا۔ (۳۴)

اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

إِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَقُصُّ عَلٰى بَنِيْٓ إِسْرَآءِيْلَ أَكْثَرَ الَّذِيْ هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ وَ إِنَّهٗ لَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ. (۳۵)

یقیناً یہ قرآن بنی اسرائیل کو اکثر ان باتوں کی حقیقت بتاتا ہے جن میں وہ اختلاف رکھتے ہیں اور یہ قرآن ایمان والوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے۔

۴۔ قرآنی آیات پر اعتراضات کے جواب

تفسیر قرآن میں سابقہ صحف سماویہ سے ایک استدلالی اسلوب یہ ہے کہ قرآن کریم کی آیات، مضامین یا زبان وغیرہ کے متعلق اہل کتاب کے اعتراضات کے مدلل و مسکت جوابات دیے جائیں۔ مثلاً قرآن کے آغاز پر ہی یہ اعتراض کیا جاتا "بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ" میں "رحمن" اعلیٰ اور "رحیم" ادنیٰ صفت جو عربی فصاحت اور عام قاعدہ وکلیہ کے خلاف ہے۔ پہلے ادنیٰ اور پھر اعلیٰ صفت ہونی چاہیے تھی۔ جیسے دو چار، آٹھ دس وغیرہ۔ لیکن ایسے اعتراضات کے جوابات انہی کی کتب سے مدلل ہوں تو بات بادلیل اور موثر ہوتی ہے۔ انجیل متی میں اعلیٰ سے ادنیٰ کی طرف ایک مثال ملاحظہ ہو:

لیکن جو اچھی زمین میں بوئے گئے بیج کی طرح ہے وہ کلام کو سنتا اور سمجھتا ہے اور پھل لاتا ہے کوئی سو گنا کوئی ساٹھ گنا اور کوئی تیس گنا۔ (۳۶)

۵۔ قرآنی مجملات کی بغیر تصدیق وتکذیب وضاحت

تورات، زبور، انجیل اور قرآن کے مشترک اخبار وقصص میں کمی بیشی اور اختلاف کے ساتھ ساتھ اسلوب بیان کا بھی واضح فرق ہے۔ موضوع کی مناسبت سے قرآن اخبار وقصص کی صرف نصیحت آموز باتیں بیان کرتا ہے جبکہ کتب سابقہ واقعات کی تفصیل بیان کرتی ہیں۔ قرآن کے مبہم اشارات کی تفصیل اگر سابقہ صحف سماویہ سے لی جائے جو شریعت اسلامیہ کی روح کے خلاف نہ ہو تو تفسیر قرآن میں ان کتب سے اخذ کی اجازت ہے لیکن آیات کی تصدیق وتکذیب کی اجازت نہیں۔ کیوں کہ وہ آیات صدق وکذب دونوں کا احتمال رکھتی ہیں، ممکن ہے ہم ایک آیت کو سچ کہیں اور اللہ کے نزدیک وہ سچ نہ ہو یا ہم اسے جھوٹ کہیں اور خدا کے نزدیک وہ سچ ہو۔

ایسی آیات عقائد واحکام کی بجائے قصص واخبار پر مشتمل ہیں مثلاً قصہ آدم وابلیس میں قرآن انسان کی ابتداء کا نظریہ قائم کرتے ہوئے علم کی فضیلت، جنت میں قیام، گناہ کے سرزد ہونے، جنت سے نکلنے اور سچی توبہ پر معافی ملنے پر توجہ مرکوز رکھتا ہے قطع نظر اس بات سے کہ جنت کہاں واقع ہے؟ آدم وحوا کو جس درخت سے پھل کھانے سے منع کیا گیا وہ کیا تھا اور جنت کے کس مقام پر واقع تھا؟ شیطان نے آدم وحوا کو کیسے بہکایا کہ وہ اس درخت کا پھل کھالیں اور وہ کس بھیس میں آیا، کس کو پہلے گمراہ کیا؟ درخت کا پھل کھالینے کے بعد انہوں نے کس درخت کے پتوں سے اپنا جسم ڈھانپا وغیرہ وغیرہ، لیکن تورات کی پہلی کتاب "پیدائش" کے ابتدائی ابواب میں یہ تفصیلات پوری طرح مذکور ہیں کہ جنت عدن کے مشرق میں واقع تھی، جس درخت کا پھل کھانے سے منع کیا گیا تھا اس کا نام "شجرہ حیات" اور وہ جنت کے درمیان واقع تھا۔ شیطان نے سانپ کے بھیس میں حوا کو ورغلایا تھا اور حوا نے حضرت آدم کو وہ پھل کھلا دیا، بے لباس آدم وحوا نے "انجیر" کے درخت کے پتوں کو سی کر اپنے لیے پیش بند بنائے۔ اس جرم پر سانپ کو پیٹ کے بل رینگنے اور مٹی کھانے، عورت کو دردِ حمل اور خاوند کی محکومی میں زندگی گزارنے، سانپ اور عورت اور انکی نسل کے درمیان عداوت کی سزا سنادی گئی۔

حضرت ابوہریرہؓ نے حضور اکرمؐ سے عرض کیا کہ اہل کتاب تورات کی تلاوت عبرانی اور اس کی تفسیر اہل اسلام کے لیے عربی میں کرتے ہیں۔ یہ سن کر حضورؐ نے فرمایا:

> لاتصدقوا أهل الكتاب ولا تكذبوهم، وقولوا: آمنا بالله وما أنزل إلينا.(٣٧)
>
> تم اہل کتاب کی باتوں کی تصدیق کرو اور نہ تکذیب اور یہ بات کہو کہ ہم اللہ اور اس کے نازل کردہ احکامات پر ایمان لائے۔

اس حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں:

> لاتصدقوا أهل الكتاب ولا تكذبوهم أي إذا كان ما يخبرونكم به محتملا لئلا يكون في نفس الأمر صدقا فتكذبوه أو كذبا فتصدقوه فتقعوا في الحرج ولم يرد النهي عن تكذيبهم فيما ورد شرعنا بخلافه ولا عن تصديقهم فيما ورد شرعنا بوفاقه.(٣٨)

اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ اہل کتاب اپنی کتب سے جو باتیں تم کو بیان کرتے ہیں، ان میں احتمال پایا جاتا ہے، ہوسکتا ہے وہ فی الحقیقت سچی ہوں اور تم اسے جھٹلا بیٹھو، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ کذب پر مبنی ہوں اور تم اس کی تصدیق کر دو، تو اس طرح تم حرج میں واقع ہو جاؤ لیکن ہم اپنی شریعت کے خلاف بات کو رد کر سکتے ہیں اور اپنے دین سے موافق بات کی تصدیق کر سکتے ہیں:

> فان دلالة هذا الحديث على الجواز اقرب من دلالته على المنع فلم يقل النبي صلى الله عليه وسلم: لاتسمعوا منهم، و لاقال: و لاتنقلوا عنهم، و انما نهى عن التصديق و التكذيب. (۳۹)
>
> بلاشبہ اس حدیث کی جواز پر دلالت اس کی ممانعت پر دلالت سے زیادہ قریب ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ تم ان کی کوئی بات نہ سنو، نہ ہی یہ فرمایا کہ تم ان کی کوئی بات نقل نہ کرو۔ بلکہ ممانعت تو انہیں سچا یا جھوٹا کہنے کی ہے۔

۶۔ کتب سابقہ کی حد بندیوں میں قرآنی تفسیر کی وضاحت

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

> اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَ الْاِنْجِيْلِ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ يُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَ يُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَ يَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَ الْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ. (۴۰)
>
> جو لوگ ایسے رسول نبی امی کا اتباع کرتے ہیں جن کو وہ لوگ اپنے پاس تورات وانجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔ وہ ان کو نیک باتوں کا حکم فرماتے ہیں اور بری باتوں سے منع کرتے ہیں اور پاکیزہ چیزوں کو حلال بتاتے ہیں اور گندی چیزوں کو ان پر حرام فرماتے ہیں اور ان سے وہ بوجھ اتارتے ہیں جو ان پر لدے ہوئے تھے اور وہ بندشیں کھولتے ہیں جن میں وہ جکڑے ہوئے تھے۔

اس آیت پر ہیچ کر قاری غور وفکر کرتا ہے کہ کون سے بوجھ، حد بندیوں اور بندشوں کا ذکر کیا جارہا ہے جو اہل کتاب پر تھیں اور حضورؐ لوگوں کو ان حد بندیوں اور بندشوں سے آزاد کرانے آئے تھے۔ مفسر قرآن کے لیے ضروری ہے کہ وہ کتب سابقہ سے ان حد بندیوں اور بندشوں کا ذکر کرے۔ مثلاً کتب سابقہ مطلقہ عورت کو شادی کی اجازت نہیں دیتیں اور شادی کرنے والے کو زنا کا مرتکب قرار دیتیں ہے۔ تورات کی کتاب احبار میں ہے:

> طلاق یافتہ عورتوں سے ہرگز شادی نہ کریں۔ (۴۱)

انجیل متی میں ہے:

> جو کوئی اس طلاق یافتہ عورت سے شادی کرتا ہے زنا کاری کا مرتکب ہوتا ہے۔ (۴۲)

اسی طرح تورات کے مطابق سبت کا دن عبادت کے لیے مختص ہے لیکن اس دن سے متعلقہ احکام پر عمل پیرا ہونا مشکل ہی نہیں ناممکن ہے۔ تورات کی کتاب خروج میں ہے:

سبت کے دن کو یاد سے پاک رکھنا۔ چھ دن تک تو محنت سے اپنا سارا کام کاج کرنا لیکن ساتویں دن خداوند تیرے خدا کا سبت ہے۔ اس دن نہ تو کوئی کام کرنا، نہ تیرا بیٹا، نہ تیری بیٹی، نہ تیرا نوکر، نہ نوکرانی، نہ تیرے چوپائے اور نہ ہی کوئی مسافر جو تیرے یہاں مقیم ہو۔ (۴۳)

ایک اور مقام پر ہے:

لہٰذا سبت کو ماننو کیونکہ یہ تمہارے لیے مقدس ہے اور جو کوئی اس کی بے حرمتی کرے وہ ضرور مار ڈالا جائے اور جو کوئی اس دن کوئی کام کرے اپنی قوم سے خارج کیا جائے۔ (۴۴)

۷۔ قرآن اور سابقہ صحف سماویہ میں مشترک احکامات کی وضاحت

پہلی امتوں پر فرض کیے گئے قرآن کے بیان کردہ احکامات کی تشریح و توضیح میں کتب سابقہ سے استدلال کیا جا سکتا ہے اور اسے قرآنی آیت کی تصدیق اور اہل کتاب کے لیے دلیل کے طور پر استعمال کیا جا سکتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قصاص کے احکام ذکر کیے:

وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْأَنفَ بِالْأَنفِ وَالْأُذُنَ بِالْأُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ فَمَن تَصَدَّقَ بِهِ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهُ. (۴۵)

اور ہم نے یہودیوں کے ذمہ تورات میں یہ بات مقرر کر دی ہے کہ جان کے بدلے جان، آنکھ کے بدلے آنکھ، ناک کے بدلے ناک، کان کے بدلے کان، دانت کے بدلے دانت اور خاص زخموں کا بھی بدلہ ہے، پھر جو شخص اس کو معاف کر دے تو وہ اس کے لیے کفارہ ہے۔

درج بالا حکم اللہ تعالیٰ نے تورات میں یہود کو دیا۔ تورات کے الفاظ یہ ہیں:

لیکن اگر اسے کوئی اور ضرر پہنچا ہو تو جان کے بدلے جان، آنکھ کے بدلے آنکھ، دانت کے بدلے دانت، ہاتھ کے بدلے ہاتھ اور پاؤں کے بدلے پاؤں لے لینا، جلانے کے بدلے جلانا، زخم کے بدلے زخم اور چوٹ کے بدلے چوٹ پہنچانا۔ (۴۶)

اسی طرح ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِن بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ. (۴۷)

ہم زبور میں پند و نصیحت کے بعد یہ لکھ چکے ہیں کہ زمین کے وارث میرے نیک بندے ہوں گے۔

زبور کے الفاظ یہ ہیں:

جن کا توکل خداوند پر ہے وہ زمین کے وارث ہوں گے۔ (۴۸)

ایک اور مقام پر ذکر ہے:

راستباز ملک کے وارث ہوں گے۔(۴۹)

۸۔ قرآن کا کتب سابقہ سے تقابل

قرآن فصاحت و بلاغت سے بھرپور محفوظ اور موثر کتاب ہے لیکن اگر قرآن کے الفاظ کا کتب سابقہ کے الفاظ سے تقابل کریں تو پھر قرآن کے الفاظ کی اہمیت کا مزید اندازہ ہوتا ہے۔ یہاں قرآن اور انجیل میں موجود دعا' کا تقابل کرتے ہیں۔ قرآن کی سورت فاتحہ کے الفاظ یہ ہے:

> اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ☆ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ☆ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ☆ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ☆ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ☆ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ☆ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَ لَا الضَّآلِّيْنَ.(۵۰)
>
> سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔ بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا، بدلے کے دن کا مالک ہے۔ ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور صرف تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں۔ ہمیں سیدھی راہ دکھا، ان لوگوں کی راہ جن پر تو نے انعام کیا، ان کی نہیں جن پر غضب کیا گیا اور نہ گمراہوں کی۔

اب انجیل کی دعا ملاحظہ کریں:

چنانچہ تم اس طرح دعا کیا کرو: اے ہمارے باپ تو جو آسمان پر ہے، تیرا نام پاک مانا جائے، تیری بادشاہی آئے اور تیری مرضی جیسی آسمان پر پوری ہوتی ہے زمین پر بھی ہو، ہماری روز کی روٹی آج ہمیں دے اور جیسے ہم نے اپنے قرض داروں کو معاف کیا ہے تو بھی ہمارے قرض معاف کردے۔ ہمیں آزمائش میں نہ لا بلکہ برائی سے بچا۔(۵۱)

کہاں رب العالمین کی لامحدود وسعت و ہمہ گیری اور کہاں آسمان پر بیٹھے رہنے والی بعید اور محدود اور پھر باپ جیسی محض مادی تعلق رکھنے والی ہستی! ایک طرف اعلان ہو رہا ہے ہمہ گیر صفات ربوبیت، رحمانیت، رحیمیت اور مالکیت کا اور دوسری طرف ان کی بجائے ذکر ہے صرف زمین پر آسمانی بادشاہت کے آنے کا۔ توحید خالص پر جو زور قرآنی عبارت میں، منع عبادت غیر اور منع استعانت بالغیر میں ہے انجیلی دعا میں کہیں اس کا پتہ تک نہیں۔ انجیلی دعا میں روٹی کی اس درجہ اہمیت مادیت کی انتہا ہے۔ محض برائی سے بچنے کی دعا صراط مستقیم پر قائم رہنے کی نسبت سے کہیں زیادہ ہلکی ہے۔(۵۲)

عبدالماجد دریابادیؒ "اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً" (۵۳) کی تفسیر کرتے ہوئے تورات سے تقابل کرتے ہوئے قرآنی الفاظ کی فوقیت واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ تورات میں اس موقع پر ذکر اس قدر ہے:

خداوند خدا نے زمین پر پانی نہیں برسایا تھا اور نہ زمین پر کوئی انسان ہی تھا جو کاشتکاری کرتا۔ لیکن زمین سے کہر اٹھتی تھی جو تمام روئے زمین کو سیراب کرتی تھی۔ خداوند نے زمین کی مٹی سے انسان کو بنایا اور اس کے نتھنوں میں زندگی کا دم پھونکا اور آدم ذی روح ہوگیا۔(۵۴)

گویا جس طرح سب حیوانات پیدا ہو رہے تھے، ایک "جاندار" آدم بھی پیدا ہو گیا۔ اس کا کام زیادہ سے زیادہ یہ تھا کہ "زمین میں کھیتی" کرے! کہاں یہ اتنا طویل لیکن بے مغز، انسان کو کاشتکاری تک محدود رکھنے والا بیان، اور کہاں قرآن مجید کا باوجود شدت اختصار انسان کو مرتبہ خلافت الٰہی پر پہنچا دینے والا بلند و جامع اعلان!۔(۵۵)

۹۔ کتب سابقہ پر قرآن کی تنقید

کتب سابقہ خاص کر تورات اور انجیل کی حقیقت بیان کرتے ہوئے عبدالحق حقانی" لکھتے ہیں کہ تورات حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد تصنیف ہوئی، اور کچھ مضامین تورات اصلی کی یادداشت کے طور پر اس میں درج کر کے تورات نام رکھا گیا، قطعی وہ تورات نہیں ہے، جس کا قرآن میں ذکر ہے۔ اسی طرح وہ کتابیں جو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد لوگوں نے تصنیف کی ہیں اور ان میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حالات واقوال کو صحیح وغلط طور پر جمع کر دیا ہے، کہ جس کو اب عیسائی انجیل متی ومرقس ولوقا ویوحنا کہتے ہیں، وہ انجیل نہیں کہ جس کا قرآن میں ذکر ہے۔(۵٦)

قرآن پاک کئی ایک مرتبہ واضح کرتا ہے کہ اہل تورات وانجیل نے اپنے انبیاء کے جانے کے بعد ان کی تعلیمات میں تحریف وتبدیل کر دیا اور اس بیان کے لیے مختلف اصطلاحات استعمال کیں مثلاً تحریف، حق اور باطل کا التباس، اخفاء نسیان، کتمان حق، لَیِّ لسان یعنی زبان کا ہیر پھیر، تبدیل اور تکذیب وغیرہ۔

کتابت کے متعلق فرمایا:

فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ۔(۵۷)

پس ہلاکت اور تباہی ہے ان لوگوں کے لیے جو اپنے ہاتھوں سے شرع کا نوشتہ لکھتے ہیں پھر لوگوں سے کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے پاس سے آیا ہوا ہے۔

حق وباطل کے التباس اور کتمان حق کے متعلق فرمایا:

يٰاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَلْبِسُوْنَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَ تَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔(۵۸)

اے اہل کتاب کیوں حق کو باطل سے مشتبہ کرتے ہو اور جانتے ہوئے حق کی پردہ پوشی کرتے ہو۔

لَیِّ لسان اور کذب علی اللہ کے متعلق فرمایا:

وَاِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيْقًا يَّلْوٗنَ اَلْسِنَتَهُمْ بِالْكِتٰبِ لِتَحْسَبُوْهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَ مَا هُوَ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَ مَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَ يَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَ هُمْ يَعْلَمُوْنَ۔(۵۹)

ان میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جو کتاب پڑھتے ہوئے اس طرح زبان کا الٹ پھیر کرتے ہیں کہ تم سمجھو کہ وہ جو کچھ پڑھ رہے ہیں وہ کتاب ہی کی عبارت ہے حالانکہ وہ کتاب کی عبارت نہیں ہوتی۔ وہ کہتے ہیں کہ جو کچھ ہم پڑھ رہے ہیں یہ خدا کی طرف سے ہے حالانکہ وہ خدا کی طرف سے نہیں ہوتا، وہ جان بوجھ

کر جھوٹ بات اللہ کی طرف منسوب کر دیتے ہیں۔

کئی ایک مرتبہ قرآن نے کتب سابقہ میں کی گئی تحریف وتبدل کا ذکر کیا ہے، تو مفسر قرآن کے لیے ضروری ہے کہ قرآن میں بیان کی گئی ایک ایک اصطلاح کے متعلق سابقہ صحف سماویہ سے تحریف کی نشاندہی کر کے دکھائے مثلاً عذاب نوح کے متعلق تورات کی کتاب پیدائش میں ہے:

چالیس دن تک زمین پر طوفان جاری رہا۔(۶۰)

لیکن تورات ہی میں دوسری جگہ ذکر ہے:

پانی زمین پر ایک سو پچاس دن تک چڑھتا رہا۔(۶۱)

اسی طرح تورات میں حضرت موسیٰ کا غائب کے صیغوں کے ساتھ اور بعد از وفات تذکرہ موسیٰ کے عرصہ بعد غیر لوگوں کے ہاتھوں تورات کے تحریر ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ مثلاً کتاب خروج میں ہے:

اور مصر میں فرعون کے اہلکار اور لوگ خود موسیٰ کا بھی بڑا احترام کرنے لگے تھے۔(۶۲)

اور خداوند کے کہنے کے مطابق خداوند کے خادم موسیٰ نے وہاں موآب میں وفات پائی اور اس نے اسے ملک موآب میں بیت فغور کے مقابل کی وادی دفن کیا لیکن آج کے دن تک کوئی نہیں جانتا کہ اس کی قبر کہاں ہے۔(۶۳)

خلاصہ بحث

قرآن بنی نوع انسان کو راہ حق کی طرف دعوت دیتا ہے اور خاص کر سابقہ صحف سماویہ کے ماننے والوں سے مخاطب ہوتا ہے، کہیں ان پر کی گئی نعمتیں یاد دلاتا ہے، کہیں آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ان کی کتب میں موجود پیشین گوئیوں کی بابت بتاتا ہے، کہیں سابقہ کتب سماویہ میں کی گئی تحریف کی نشاندہی کرتا ہے، کہیں مسخ شدہ حالات وواقعات کی تصحیح اور انبیا پر لگائے گئے الزامات کی تردید کرتا ہے، کہیں اہل کتاب کی اپنے ہی اوپر لاگو کی گئی حد بندیوں اور بندشوں سے ان کو رہائی دلانے کی بات کرتا ہے۔ قرآن اہل کتاب کو خالص توحید کی طرف دعوت دیتے ہوئے کہتا ہے:

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ.(۶۴)

اے اہل کتاب! آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے، یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہ کریں، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں، اور ہم میں سے کوئی اللہ کے سوا کسی کو اپنا رب نہ بنائے۔

اہل کتاب کو دعوت کا موثر اسلوب یہ ہے کہ اہل کتاب سے مخاطب قرآنی آیات کی توضیح وتفسیر اہل کتاب کی ہی کتب سے کی جائے تاکہ وہ اہل کتاب کے لیے قابل قبول ہو۔ قرآن کی وہ آیات جو کتب سابقہ میں موجود احکام اور حالات وواقعات کی نشاندہی کا حوالہ دیتی ہیں، وہ آیات انہیں کی کتب سے مدلل کی جائیں، کتب سابقہ کے تضادات واضح کیے جائیں، بہ نسبت سابقہ

صحف سماویہ قرآنی الفاظ کی فصاحت وبلاغت اور فوقیت واضح کی جائے، اہل کتاب کی طرف سے قرآن پر کیے گئے اعتراضات انہیں کی کتب سے استدلال کر کے رد کیے جائیں، کتب سابقہ کی بہ نسبت قرآنی تمییز وتبیین واضح کی جائے، مسخ شدہ حالات وواقعات کی انہی کی کتب سے تصحیح شدہ شکل پیش کر کے کتب سابقہ کے متضاد بیانات سے متذبذب اہل کتاب کو اطمینان بخش معلومات فراہم کر کے قرآن کے آگے سپر انداز ہونے کا موقع فراہم کیا جاسکتا ہے۔

حوالہ جات وحواشی

۱۔ آل عمران ۳:۴۴

۲۔ مالک بن انس، الموطا، کتاب القدر، باب النہی عن القول بالقدر، ح: ۳۳۳۸

۳۔ الزخرف ۴۳:۴۵

۴۔ الفراء، یحییٰ بن زیاد الدیلمی، ابوزکریا، معانی القرآن، دار المصریہ للتالیف والترجمۃ، مصر، الطبعۃ الاولیٰ، ج ۳، ص ۳۴

۵۔ الجامع الصحیح للبخاری، کتاب الانبیاء، باب ما ذکر عن بنی اسرائیل، ح: ۳۴۶۱

۶۔ حقانی، الشیخ ابو محمد عبد الحق، تفسیر فتح المنان (تفسیر حقانی)، الفیصل ناشران و تاجران کتب، اردو بازار، لاہور، ۲۰۰۹ء، ۱/۱۴۵

۷۔ الاعراف ۷:۱۵۶، ۱۵۷

۸۔ کتاب استثنا ۱۸: ۱۵، نیو اردو بائبل ورژن (NUBV)، انٹرنیشنل بائبل سوسائٹی، یو ایس اے، ۲۰۰۵ء

۹۔ کتاب استثنا ۱۸: ۱۷-۱۹

۱۰۔ کتاب استثنا ۳۳: ۲

۱۱۔ زبور ۴۵: ۱۷

۱۲۔ دریابادی، عبد الماجد، مولانا، تفسیر ماجدی، پاک کمپنی، ۱۷۔ اردو بازار، لاہور، ص ۳۹۸

۱۳۔ متی ۲۱: ۴۲-۴۴

۱۴۔ یوحنا ۱۴: ۱۶، ۳۰

۱۵۔ یوحنا 16: ۱۳،۱۴

۱۶۔ انجیل برناباس ۱۷: ۲۱-۲۲، مترجم محمد حلیم انصاری، ادارہ اسلامیات، لاہور، ۲۰۰۳ء

۱۷۔ انجیل برناباس ۴۴: ۱۳-۳۱

۱۸۔ انجیل برناباس ۱۴۲: ۸-۱۱

۱۹۔ البقرہ ۲: ۱۲۹

۲۰۔ الصافات ۳۷: ۹۹-۱۱۲

۲۱۔ کتاب پیدائش ۲۲: ۱-۲

۲۲۔ ایضاً، ۲۲: ۱-۱۹

۲۳۔ ایضاً،۱۷: ۲۲-۲۶

۲۴۔ ایضاً،۲۱: ۵

۲۵۔ ایضاً،۲۲: ۱-۱۹

۲۶۔ بائبل میں بیر سبع چونتیس مرتبہ آیا ہے اور بطور دو معنی، سات کا کنواں اور حلف کا کنواں استعمال ہوا ہے۔ بیر سبع کے ساتھ بیابان کا لفظ صرف ایک مرتبہ آیا ہے جو کہ کے بیر سبع پر دلالت کرتا ہے جو حضرت ہاجرہ کو صفا اور مروہ کے درمیان پانی کی تلاش میں سات چکروں کے نتیجے میں ملا تھا۔ لہٰذا بیر سبع چاہ زم زم کا نام ہے۔ اور یہ بیر سبع کنعان کے جنوب مغرب میں واقع ہے بیر سبع (حلف کے کنویں) سے مختلف ہے۔ (عبدالستار غوری، ڈاکٹر احسان الرحمن غوری، اصلی ذبیح: اسحاق یا اسماعیل، المورد، ۵۱ کے ماڈل ٹاؤن لاہور، ص ۲۰۰)

۲۷۔ کتاب پیدائش ۲۱: ۱۴-۲۱

۲۸۔ ایضاً،۲۲: ۲۱

۲۹۔ ق ۵۰: ۳۸

۳۰۔ کتاب خروج ۲۰: ۱۱

۳۱۔ ایضاً،۳۵: ۲-۳

۳۲۔ القصص ۹: ۱۴،۱۵

۳۳۔ کتاب پیدائش ۶: ۵،۶

۳۴۔ ایضاً،۸: ۲۱

۳۵۔ النحل ۱۶: ۷۶_۷۷

۳۶۔ متی ۱۲: ۲۳

۳۷۔ الجامع الصحیح للبخاری، کتاب تفسیر القرآن، باب قولوا آمنا باللہ وما انزل الینا، ح: ۴۴۸۵

۳۸۔ العسقلانی، احمد بن علی بن حجر، فتح الباری شرح صحیح البخاری، دار المعرفۃ بیروت، ۱۳۷۹ھ، ۸/ ۱۷۰

۳۹۔ رمزی نعناعہ، الدکتور، الاسرائیلیات واثرھا فی کتب التفسیر، دار القلم دمشق، دار الضیاء بیروت، ۱۹۷۰ء، ص ۹۵

۴۰۔ الاعراف ۷: ۱۵۷

۴۱۔ کتاب احبار ۲۱: ۷

۴۲۔ متی ۵: ۳۲

۴۳۔ کتاب خروج ۲۰: ۸_۱۰

۴۴۔ ایضاً،۳۱: ۱۴

۴۵۔ المائدہ ۵: ۴۵

۴۶۔ کتاب خروج ۳۱: ۲۶-۴۲

۴۷۔ الانبیاء، ۲۱: ۱۰۵

۴۸۔ زبور ۳۷: ۹

۴۹۔ زبور ۳۷: ۲۹

۵۰۔ الفاتحہ ۱: ۱-۷

۵۱۔ متی ۶:۹-۱۳

۵۲۔ تفسیر ماجدی،ص۵

۵۳۔ البقرۃ ۲:۳۰

۵۴۔ کتاب پیدائش ۹:۵-۷

۵۵۔ تفسیر ماجدی،ص۱۶

۵۶۔ تفسیر حقانی،۱۹۹/۱

۵۷۔ البقرۃ ۲:۹۷

۵۸۔ آل عمران ۳:۷۱

۵۹۔ آل عمران ۳:۷۸

۶۰۔ کتاب پیدائش ۷:۱۷

۶۱۔ ایضاً،۷:۲۴

۶۲۔ کتاب خروج ۳:۱۱

۶۳۔ کتاب استثنا ۳۴:۵،۶

۶۴۔ آل عمران ۳:۶۴